محمد موسیٰ خاں کلیم ایم۔اے

انسدادِ فساد کے لیے قرآنی ہدایات

یہ امر اب پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ انسانی فطرت اپنی اصل میں سلامت بین اور سلامت رَو ہے۔ اس کی تخلیق "فی احسنِ تقویم" کی گئی ہے اور نیابتِ الٰہی کا عظیم درجہ حاصل کر لینے کی تمام صلاحیتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس "احسنِ تقویم" کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی قوتِ تخلیق ہے۔ چنانچہ انسان "احسن الخالقین" کا ایک ایسا نائب ہے جس کے سپرد کاروبارِ تخلیق ہے ظاہر ہے کہ تخلیق کے کاروبار میں تعمیر اور تخریب دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ وہ اٹھاتا بھی ہے اور گراتا بھی ہے۔ بناتا بھی ہے اور مٹاتا بھی۔ اور جیسا کہ تاریخ شاہد ہے اس کی تعمیری صلاحیتیں امن پسند اور امن افروز ہیں۔ اور تخریبی صلاحیتیں امن سوز۔ دونوں کی لگام وجدان و شعور کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ وہی ان صلاحیتوں سے موقع اور محل کے مطابق کام لیتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تخریبی صلاحیتیں وجدان و شعور کی حدود کو توڑ کر ایک سیلاب کی مانند بہہ نکلتی ہیں۔ اور انسانیت کا سارا سرمایہ اس سیلاب کی نذر ہو جاتا ہے۔ آدم لباس کے ہوتے ہوئے بھی برہنہ نظر آتا ہے۔ وہ خوراک کی فراوانی میں بھوکا رہتا ہے۔ وہ کتابوں کے انبار میں جاہل ہوتا ہے۔ وہ عین عبادت میں اپنے معبود سے غافل ہوتا ہے۔ اس کی مسکراہٹیں اس کے آنسوؤں کی پردہ دار ہوتی ہیں۔ اس کے سامان عیش و عشرت اس کی نامرادی کا نقاب ہوتے ہیں اور اس کی لطافت اور شیریں کلامی کی اوٹ میں درندگی اپنے دانت تیز کر رہی ہوتی ہے۔ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے، نیابتِ الٰہی کی بجائے خود اپنے آپ کو ایک الٰہ سمجھ لیتا ہے اور دانشِ نورانی کے چراغ کو اپنے اندر گُل کر دیتا ہے۔

بدقسمتی سے آج بھی اس کی دنیا کا کچھ ایسا ہی حال ہے۔ برلن کی دیوار، کیوبا میں جمع ہونے والا روسی اسلحہ، کانگو کا خونیں ڈرامہ، لاؤس کی دلخراش خانہ جنگی، ہندوچین کا سرحدی تنازعہ، عراق کی بے ضمیر برادرکشی، یمن کی شرانگیز خونریزی، مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل میں تاخیر، اسرائیل اور عربوں کی مخاصمت، چین اور روس کا بڑھتا ہوا اختلاف، متحدہ یورپی منڈی کے سلسلہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی رقابت، گویا پورے عالم میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی ہے جس کی تپش سے چہرے ہی نہیں بنی آدم کا دماغ بھی جھلس گیا ہے۔ ایسی ہی صورت حال میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔

اس صورت حال کا ذمہ دار کون ہے؟ خود انسان! یہ اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال سے جو ذہنی پریشانی، جسمانی کوفت اور روحانی اضطراب پیدا ہوتا ہے وہ ایک مستقل عذاب ہے۔ اور آج کا انسان مشرق میں ہو یا مغرب میں اس عذاب کا مزہ چکھ رہا ہے۔ اس عذاب سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن اس کی کوشش ناکام ہی نہیں رہتی بلکہ اس عذاب میں مزید اضافہ کا موجب بن جاتی ہے۔ اور وہ اس لیے کہ اس کی نظر سے "فساد فی الارض" کی حقیقی وجوہات اوجھل ہیں۔ وہ اپنے شوقِ تخلیق میں اس قدر محو ہے کہ اپنی تخلیقات پر ایک تنقیدی نظر تک نہیں ڈال سکتا۔ اس کی قوتِ تخلیق نے وجدان وشعور کے تمام بند توڑ کر ایک سیلاب کی صورت اختیار کر لی ہے اور وہ خود اس سیلاب میں گھر گیا ہے۔ اسے سلامتی اور عافیت کا کنارا نہیں مل رہا ہے۔ اور اس خوف وہراس کے عالم میں وہ اپنی اصل سے دور تر چلا جا رہا ہے۔ اگر چندے اور یہی حالت رہی تو پوری بنی نوعِ انسان اس سیلاب کا شکار ہو جائے گی۔

فتنہ وفساد پیدا ہونے کے اسباب

تاریخ شاہد ہے کہ ایسے نازک مراحل پر اسلامی تعلیم ہی انسان کی رہبری کرتی رہی ہے اور کرتی رہے

گی۔ قرآن حکیم کے معاشرہ میں فتنہ و فساد پیدا ہونے کے اسباب و علل کا نہایت بصیرت افروز انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے اور مستحکم تر بنیادوں پر امن پسند اور پُر امن معاشرہ تعمیر کرنے کے اصول بتلائے ہیں۔ آیئے ہم اس بات پر غور کریں کہ قرآن حکیم نے فتنہ و فساد کے کیا اسباب بتلائے ہیں اور وہ موجودہ حالات میں کہاں تک کار فرما اور فسادِ عالم کے کس حد تک ذمہ دار ہیں۔

کفر و ضلالت پھیلانا

اگر ہم قرآن حکیم کی الہامی تعلیم کے آئینے میں ان لوگوں کے چہرے دیکھیں جو امن و امان کے دشمن بن کر فساد فی الارض کے موجب ہوتے ہیں تو ہمیں وہ لوگ نظر آئیں گے جو کفر و ضلالت پھیلاتے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انہم ہم المفسدون ولاکن لا یشعرون" یہ وہ کفر و ضلالت پھیلانے والے ہیں جو اپنی بے راہ روی کو اصلاح فی الارض کا نام دیتے ہیں۔ ان کا وجود حق سے انکار اور باطل عقائد کا اقرار فساد کی ایک خطرناک جڑ ہے۔ وہ ازلی اور ابدی قدروں سے انکار کر کے خود اپنا نقصان ہی نہیں کر رہے بلکہ وہ اوروں کو بھی گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ حقیقی معنی میں 'مُفسِدُون' ہیں اور جب تک یہ اپنے باطل عقائد کی آبیاری کرتے رہیں گے فساد پھوٹتا پھلتا رہے گا۔ گویا کفر جو دوسرے الفاظ میں ابدی قدروں کا انکار ہے فتنہ و فساد کی جڑ ہے اور جب تک دنیا میں اس کا وجود باقی ہے فتنہ و فساد ختم نہیں ہو گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

"ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین" اور اگر اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ہاتھوں ختم نہ کرا دے تو روئے زمین پر فساد پھیل جائے۔ یہ ختم کیے جانے والے کون لوگ ہوتے ہیں؟ باطل کے پرستار، جنھوں نے حق کی طرف سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا ہوتا ہے۔ اور یہ ختم کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ صداقت کے وہ منچلے شیدائی جن کے نزدیک زندگی کا مقصد حق و صداقت کا احیاء ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تخریب کا یہ عمل حقیقی اور دیرپا تعمیر کے لیے ضروری ہے۔ اور جو کوئی بھی اس دیرپا تعمیر کے راستے میں حائل ہوتا ہے وہ مٹا دیا جاتا ہے۔ تو

گویا اس آیت کی رو سے فساد اس لیے پھیلتا ہے کہ حق کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے، صداقت کا سہارا دینے والا کوئی نہیں رہتا، انسانیت کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال قادرِ مطلق کو گوارا نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے کاروبارِ حیات کے رُک جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قدرتِ حق باطل پرستوں کے قلع قمع کا خود انتظام فرما دیتی ہے۔ انسان کی پوری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ آگے چل کر اسی سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے:

باطل سے مصالحت

"ولو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیهن"۔

اگر حق ان (باطل پرستوں) کی خواہشوں کی پیروی کرے تو بگڑ جائیں آسمان اور زمین اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے۔ یعنی حق باطل کے ساتھ کسی قیمت پر بھی مصالحت نہیں کر سکتا۔ باطل سے مصالحت کا مسلک کبھی بھی حق کا شیوہ نہیں رہا۔ اور بدقسمتی سے جب کبھی بھی اہل حق اپنی کمزوریوں کے باعث باطل سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں تو آسمان اور زمین میں ہر جگہ فساد رونما ہوا ہے۔ گویا فساد پھیلنے کا ایک سبب یہ ہے کہ اہل حق اہل باطل کے ساتھ معاملہ کرنے کو تیار ہو جائیں اور اس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں۔ یعنی باطل کی خواہشوں کو گوارا کر لینا فساد کی جڑ ہے۔

راہِ حق پر چلنے سے روکنا

آگے پھر ارشاد ہوتا ہے:

"الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدنٰهم عذاباً فوق العذاب بما کانوا یفسدون"۔

جو لوگ کفر کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر دوسروں کو اللہ کے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں، وہ دنیا میں عذاب کے مستوجب ہیں اس لیے کہ وہ فساد پھیلا رہے ہیں، کفر کرنے سے ان پر لازم آیا لیکن دوسروں کو راہِ حق سے روکنے میں وہ جس فساد کے موجب بنتے ہیں اس سے ان کے عذاب میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اوّل تو خود حقائقِ حیات کا انکار کرتے ہیں اور غلط طریقِ زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ جن لوگوں کو حقائقِ حیات کا علم ہو جاتا ہے اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر

کامیاب زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو یہ گمراہ ان کو طرح طرح کے مکر و فریب سے، طعن و تشنیع سے، جبر و اکراہ سے صراطِ مستقیم پر چلنے سے روکتے ہیں۔ گویا ان کا کام یہ ہے کہ وہ حق پرستوں کے راستے میں ناجائز طور سے حائل ہوں اور فسادِ قلب و نظر پھیلائیں۔ قلب و نظر کا یہ فساد خود ان کے لیے موجبِ عذاب بن جاتا ہے اور وہ پورے معاشرے کو اس عذاب کے جنگل میں ڈال دیتے ہیں۔

حق پرستوں پر تشدّد کرنا

فساد کرنے والوں کے ایک اور گروہ کی یوں نشاندہی کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ من آمن بہ وتبغونہا عوجا۔ وانظروا کیف کان عاقبۃ المفسدین"

اور مت بیٹھا کرو ہر راہ میں کہ ڈراتے ہو اور روکتے ہو راہِ خدا سے اُس کو جو ایمان لایا ہے اور چاہتے ہو کہ وہ سیدھی راہ چھوڑ کر غلط راستے پر چلے، ذرا دیکھو کہ کیسا ہوا ہے انجام فساد کرنے والوں کا۔

ایمان لانے والوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ ان کا راستہ تنگ دستی اور افلاس کی ایسی وادیوں سے گزرتا ہے کہ جہاں نہ انھیں پیٹ بھر کھانا مل سکتا ہے اور نہ دم بھر آرام۔ اس ایمان سے انھیں سوائے ذلت اور مسکینی کی زندگی کے اور کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لیکن جب وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے تو انھیں ڈرا دھمکا کر راہِ خدا چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ بھی اس گمراہی میں پڑے رہیں جس میں یہ مفسد خود پڑے ہیں تاکہ وہ طرزِ زندگی جس نے انھیں عیش و آرام کے اسباب فراہم کیے ہیں برابر اسی نہج پر چلتی رہے کہ جس پر چل رہی ہے۔ یہ خیال بظاہر نہایت سادہ اور بے ضرر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہی معاشرے میں فساد کی ایک جڑ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس کے حامی اور مبلّغ عموماً وہی لوگ رہے ہیں جنھیں اپنے معاشرے میں بڑی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ اس معاشرے کی ہیئت بدل جانے میں اپنی ہلاکت دیکھتے ہیں۔ فسادیوں کا یہ گروہ ہر راستے میں بیٹھتا ہے۔ اقتصادی، عمرانی، اخلاقی، ادبی اور فنی ہر پہلو پر ان کی کڑی نگرانی

ہوتی ہے اور وہ کسی پہلو کو بھی ایمان والوں کے لیے نہیں چھوڑتے کہ اس میں انقلاب نہ آجائے اور وہ اپنی اجارہ داری کو نہ کھو دیں۔

اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال نہ کرنا

فسادیوں کا ایک اور گروہ وہ ہے جس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے:

"واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عادٍ ..... فاذکروا آلاءَ اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین"۔

اور یاد کرو جب کہ بنایا تم کو قوم عاد کے بعد ان کا جانشین ..... پس یاد کرو نعمتیں اللہ کی اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

یہاں یہ امر یاد دلایا گیا ہے کہ قوم عاد کی مانند اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری اور سرکشی موجب ہلاکت ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ ناشکری کی آغوش میں فساد پرورش پاتا ہے۔ قوم ان نعمتوں کو حق تعالیٰ کا عطیہ نہیں سمجھتی بلکہ اسے اپنے دست و بازو کی کمائی خیال کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی ذہنیت کے ساتھ یہ خیال فوراً ابھر آتا ہے کہ ہم اپنی کمائی ہوئی چیز کو جیسے چاہیں خرچ کریں، یہ ہمارا حق ہے اس پر کسی اور کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ یہیں سے نعمتوں کا استعمال افراد کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس استعمال کے لیے مسئول نہیں سمجھتے اور اپنی خواہشات کی پیروی میں ان نعمتوں کا استعمال صحیح طور سے کرنا لازمی نہیں قرار دیتے۔ اسی سے فساد کی بنیاد پڑتی ہے جو آگے چل کر پوری قوم کے لیے ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ تو گویا آلاء اللہ کا یاد رکھنا اور ان کو ایک امانت سمجھ کر استعمال میں لانا فرد اور قوم دونوں کے لیے ضروری ہے۔ فساد اسی سے اٹھتا ہے کہ فرد اور قوم دونوں اس بات سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اب آپ خود ہی اقوام مغرب کے نظام حیات پر نظر ڈالیے اور فیصلہ کیجیے کہ ان نعمتوں کے بارے میں وہ کیا خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ فاسد خیال انھیں کس سمت لے جا رہا ہے۔ اور اسی ایک فاسد خیال کی بدولت آج وہ ذہنی اور روحانی پریشانی کی کس منزل میں ہیں۔ کیا ان کے ہاں فرد کی آزادی کا مفہوم افراط کی وہ حدیں نہیں پھلانگ گیا جو خود فرد کی بقائے ذات کے لازمی ہیں؟

زندگی کی ابدی قدروں کو نظر انداز کرنا

ایک اور فساد کیش گروہ کا حال یوں بیان فرمایا گیا ہے :

"انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادًا ...... الخ"

سوائے اس کے کیا جزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور پھیلاتے ہیں زمین میں فساد ......"

یہاں اگر غور سے دیکھا جائے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے برسرِ پیکار ہونے سے مراد ہے حقائق حیات کا جھٹلانا، زندگی کی ابدی قدروں سے منہ موڑ لینا، خواہشاتِ نفس کا تابع فرمان ہو جانا، حق و صداقت کی جانچ کے لیے اپنی رائے کو کسوٹی قرار دینا، اور حق و صداقت کا اس لیے ساتھ چھوڑ دینا کہ اس میں فوری اور ذاتی مفاد کے ضائع ہونے کا خطرہ نظر آتا ہے۔ یہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ۔ خود ہی اندازہ فرمائیے کہ ان خصوصیات کی حامل ذہنیت فساد کا موجب بنے گی یا نہیں! اگر یہ ذہنیت مغرب میں عام ہے اور یہاں عقلِ نارسا کے سائے میں اپنے قدم جما رہی ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اور اس وقت تک کیا نتیجہ برآمد ہو چکا ہے۔

غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنا

فساد کے ایک اور اہم سبب کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :

"ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفاً و طمعاً ط ان رحمت اللہ قریبٌ من المحسنین"

اور مت کرو فساد زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اللہ تعالیٰ کو خوف سے اور امید سے تحقیق اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

یہاں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ زمین میں امن شکنی کرنے اور فساد پھیلانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اُس سے کوئی امید رکھتے ہیں۔ جن کے دلوں میں خشیتِ الٰہی کا جذبہ موجود ہوتا ہے، وہ فساد پھیلانے کے مرتکب نہیں ہوتے اور اس کے فضل و کرم کے

امید دار بھی امن شکنی سے گریز کرتے ہیں۔ یہاں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ بیم و رجا کے جذبات کو صرف ذاتِ باری تعالیٰ سے وابستہ رکھو، اس طرح ہر غیر حق قوت کے سامنے جھکنے سے بچ جاؤ گے اور جو فساد کہ ایسی غیر حق قوتوں کے آگے جھکنے سے پیدا ہوتا ہے اس سے تم مامون و مصئون رہو گے اور یہ اس لیے کہ جب کبھی بھی متزلزل ہونے کا اندیشہ ہو تمھیں فوراً اُس ذاتِ باری تعالیٰ کا سہارا نصیب ہو جائے گا۔ جو ہر اندھیرے میں اجالا کر سکتی ہے۔ عالمِ بالا سے یہ دوگونہ تعلق (یعنی خوف و طمع کا مرکز وہی ہے) فرد اور جماعت دونوں کے لیے اطمینان ہی نہیں تقویت کا باعث ہوتا ہے اور اس تعلق سے محرومی جو بدقسمتی سے آج عام ہے انسان کو بلند نظری اور عالی حوصلگی سے محروم کر دیتی ہے۔ اور وہ مادی دنیا کے اس طومار میں بے دست و پا ہو کر کھو جاتا ہے۔ غرض اس آیت کی رُو سے تب فساد پھیلتا ہے جب کہ بیم و رجا کا مرکز ماسوا اللہ بن جائے۔

فتنہ و فساد برپا کرنا

فساد پھیلانے والی ذہنیت کی جانب ایک اور واضح اشارہ فرمایا ہے:

"کلما اوقدنارا للحرب اطفاٴھا اللہ ویسعون فی الارض فسادا ط واللہ لایحب المفسدین۔"

جس وقت وہ لڑائی کی آگ جلاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور وہ دوڑتے ہیں زمین میں فساد پھیلانے اور اللہ مفسدوں کو ہرگز نہیں چاہتا۔

یہ جنگ و جدال پر ابھارنے والے واقعی زمین میں امن شکنی کرنے والے ہیں۔ یہی اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح فساد پھیلے۔ یہ افراد و اقوام کے درمیان ہیزم کشی کرتے ہیں۔ ان کے مذموم ارادوں کو حق تعالیٰ شکست دیتا ہے۔ اور وہ ان کی ان حرکتوں سے بالکل بیزار ہے۔ لیکن جب بڑی بڑی قوتوں کا شعار ہی یہ بن جائے کہ وہ ایک دوسرے کو چین سے نہ بیٹھنے دیں ایک مستقل سرد جنگ کا ماحول پیدا کر دیں، اپنے مفاد پر بنی نوع انسان کی ہستی تک کو قربان کر دینے کو تیار ہوں، تو رحمتِ حق کب تک انسان کا ساتھ دے اور کب تک فساد کی آگ کو اپنے کرم سے بجھائے پھر وہ ذاتِ کریم بھی "لیذیقھم بعض الذی عملوا" پر عمل فرماتی ہے اور فسادیوں کو اپنے کیے کا مزہ چکھنا

پڑتا ہے۔ غرض افراد و اقوام کو آپس میں لڑانے والے مفاد پرست امن عالم کے لیے ایک مستقل خطرہ بن جاتے ہیں جیسا کہ یہ خطرہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں دکھائی دے رہا ہے۔

حدود اللہ سے بے پرواہ ہونا

مفسدوں کے ایک اور گروہ کی جانب یوں توجہ مبذول کرائی گئی ہے:

" فاتقوا اللہ واطیعون ولا تطیعوا امر المسرفین ، الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون۔ "

پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا اور مت مانو حکم حد سے گزر جانے والوں کا، وہ لوگ کہ فساد کرتے ہیں زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے۔

مسرفین در اصل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو احکام الٰہی سے عائد کی گئی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ جو اپنی خواہشات کی پیروی میں خدائی آئین حیات کی پرواہ نہیں کرتے، جو اپنی رائے کو زندگی کے ہر مسئلے میں برابر ترجیح دیتے ہیں۔ قرآن حکیم کے نزدیک ان مسرفین کی روش باعث فساد ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے مفاد کے پیش نظر کرتے ہیں یا کم از کم اپنی رائے کی فوقیت جتلانے کے لیے کرتے ہیں۔ اُن کے خیال میں اصلاح وہی ہے جو ان کی رائے کے مطابق ہو، جو بھی ان کی رائے سے مختلف ہے، وہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی یک طرفہ روش جلد موجب فساد بن جاتی ہے، اور امن عالم خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اس خطرے کا توڑ صرف یہی ہے کہ انسان اپنے اعمال کا محاسبہ اس علیم و بصیر کے عطا کردہ ضابطۂ حیات کی کسوٹی پر کرے جو رسول اکرمؐ کے ذریعہ اس تک پہنچا ہے۔ غرض مسرفین کا مسلک ہمیشہ باعثِ فساد ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کا مداوا یہ ہے کہ حکمت الٰہی کا سہارا لے کر انسان اپنا راستہ متعین کرے۔ اس انتہائی ذہن پرستی (Intellectuism) کے دور میں قیامِ امن کی یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ "یکے گیر و محکم گیر" کے کلیہ پر عمل کیا جائے۔ اور ذہنی انتشار سے کنارا کر لیا جائے۔ کیونکہ یہ حد سے گزر جانے والے ذہن پرست حدود اللہ تک سے گزر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے اور نتیجہ اس کا خسران مبین ہوتا ہے۔

کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا

فساد پرور ذہنیت کا ایک اور خوفناک رخ یوں پیش کیا گیا ہے:

"ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعاً یستضعف طائفۃ منہم ...... انہ کان من المفسدین"

واقعی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور لوگوں میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا کر ان سے ناجائز خدمت لینے لگا ... تحقیق وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

کسی ملک یا قوم میں ایک گروہ کو مغلوب کر لینا اور پھر اس سے حسب منشاء خدمت لینا خواہ وہ خدمت کیسی ناجائز ہی کیوں نہ ہو دنیا بھر کے فراعنہ اور زمارہ کا مسلک رہا ہے۔ ایسی خدمت کو آج کل کی اصطلاح میں استحصال (Exploitation) کہتے ہیں۔ اس خدمت کی صورت زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ فراعنہ کے عہد میں وہ خدمت طاقت کے بل بوتے پر لی جاتی تھی آج یہ خدمت لینے کے بیسیوں طریقے وضع کیے گئے ہیں۔ استحصال سے جو فساد کسی معاشرے میں رونما ہوتا ہے وہ امن عالم کے لیے ہمیشہ مہلک ثابت ہوا کرتا ہے۔ غور سے دیکھیے تو کسی ایک طبقے کا کمزور اور مغلوب کر لیا جانا ہی بنیادِ فساد ہے۔ اس سے نہ برادری رہتی ہے اور نہ اعتدال کی روش۔ دو مختلف نقطۂ نظر پیدا ہو جاتے ہیں جو ہر وقت ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور امن عالم مخدوش ہو جاتا ہے۔

بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جانا

فساد انگیزی کا ایک اور پہلو جو سامنے آتا ہے وہ فسادِ اخلاق کا زہریلا پہلو ہے۔ چنانچہ پیغمبر حق حضرت لوطؑ کی زبانی فرمایا جاتا ہے:

"رب انصرنی علی القوم المفسدین"

اے میرے پروردگار میری مدد فرما اس فساد پھیلانے والی قوم کے خلاف۔

قوم لوطؑ جو کچھ کرتی تھی اور جس عظیم بداخلاقی میں مبتلا تھی، وہ مخفی نہیں۔ وہی ایک بداخلاقی

پوری قوم کے لیے باعث فساد بن گئی اور بالآخر ان کی ہلاکت کی موجب بنی۔ تو گویا معاشرے میں بداخلاقیوں کے زور پکڑ جانے سے لازماً فساد رونما ہوتا ہے۔ کسی معاشرے کے افراد صحیح طور سے کام اس وقت کر سکتے ہیں جب کہ ذہنی اور روحانی سکون حاصل ہو۔ جونہی کہ وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں، ان کی فکر، ان کا عمل، ان کے ارادے سب پریشانی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک بداخلاق ماحول میں ایسا سکون کسی طرح بھی میسر نہیں آسکتا۔ اس کی بداخلاقی ہی سکون سوز بن جایا کرتی ہے۔ کیونکہ بداخلاقی دراصل خود غرضی کا دوسرا نام ہے۔ جب انسان محض غرض کا بندہ بن جائے تو اس کے اطوار بہت پست اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں افراد کے درمیان ایک باہمی کشاکش شروع ہو جاتی ہے جو امنِ عالم کے لیے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ آج مغرب کے مختلف معاشرے حقیقی سکون سے محروم ہو کر مصنوعی سکون کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ محض اس لیے کہ ان کا معیارِ اخلاق سکون پرور ثابت نہیں ہو سکا۔ بہرحال بداخلاقی بالخصوص جنسی بداخلاقی ہر طرح کے فساد کی جڑ ہے۔

بددیانتی اور خود غرضی اختیار کرنا

فساد پرور ذہنیت کا ایک اور رُخ ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

" فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءہم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔"

پس پورا کرو ماپ اور تول، اور مت کم دو لوگوں کو چیزیں ان کی، اور مت فساد کرو زمین میں اصلاح کے بعد۔

یہاں لین دین میں بددیانتی سے روکا جا رہا ہے تاکہ زمین میں فساد نہ پھیلے۔ کم ناپنا اور کم تولنا دوسرے فریق کی حق تلفی ہے۔ اسے اپنی رقم کا مال پورا پورا ملنا چاہیے۔ لیکن کم ناپ اور تول سے اس کی آنکھوں میں خاک دھ جھونک ہے۔ اسے تو نقصان ہوا ہے لیکن اس سے زیادہ نقصان کم تولنے والے کو ہوگا۔ اس کی ذہنیت خراب ہو جائے گی، وہ پرائے مال پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھے گا۔ اور اس طرح معاشرے میں لین دین کی صورت

بگڑتی چلی جائے گی۔ حتیٰ کہ ہر معاملہ میں حق تلفی کو گوارا کر لیا جائے گا۔ اس نوعیت کی درازدستی انسانی کردار کے لیے مہلک ثابت ہوتی ہے اور پورا معاشرہ خودغرضانہ کشاکش اور حریفانہ مسابقت کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ فساد کی یہ راہ نہایت خطرناک منزلوں سے گزر کر ہلاکت تک پہنچتی ہے۔ لین دین کی بددیانتی جس قدر پریشانیاں پھیلا سکتی ہے، ان سے آج ہمارا معاشرہ بہت اچھی طرح واقف ہے اور اس بددیانتی کی سزا میں پورا معاشرہ ذہنی اور روحانی عذاب میں گرفتار ہے۔

معاشرہ کو دولت کے فوائد سے محروم کر دینا

فساد کوش ذہنیت کے ایک اور خطرناک پہلو کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"وابتغ فیما اٰتٰک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ط ان اللہ لا یحب المفسدین۔"

یہاں قارون سے اس کی قوم والے کہہ رہے ہیں۔ اور طلب کر اُس چیز سے کہ دی ہے تجھے اللہ نے گھر آخرت کا، اور مت بھول حصہ اپنا دنیا سے اور احسان کر لوگوں سے جیسا کہ احسان کیا اللہ نے تیرے ساتھ، اور مت چاہ فساد زمین میں، تحقیق اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مال و زر جمع کرنا اور اسے یوں بند رکھنا کہ اس سے معاشرے کے دوسرے افراد کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں بہت بڑی لعنت ہے۔ مال تو اس لیے ہے کہ اس سے اپنی دنیا اور عقبیٰ دونوں کو سنوارا جائے نہ کہ منہ بند خزانے پر سانپ کی طرح بیٹھا جائے۔ اس روش میں ناشکری بھی ہے، بخل بھی ہے، نعمت حق پر پابندی لگانے کا جرم بھی ہے۔ ان تینوں اعمالِ شنیعہ کے مرتکب کی ذہنیت بہت جلد خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر نیکوکاری کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو محدود فضا میں محبوس کر لیتا ہے۔ جہاں اس کی شخصیت گھٹ گھٹ کر مر جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بخل شعار ذہن ماحول میں طبقاتی کش مکش کا موجب بنتا ہے۔

اس کی قوت خرید بڑھ جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی ذہنیت کا معیار گر جاتا ہے۔ وہ ہر ادنیٰ اعلیٰ جنس کو خرید و فروخت کے قابل سمجھتا ہے۔ اور ایک بنیئے کا نقطۂ نظر پیدا کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نقطۂ نظر فساد کی جڑ ہوتا ہے۔ اسی کے دامن میں انسان صورت درندے پلتے رہتے ہیں جن کی روش کا ہر پہلو انسانیت کو پیام موت بن جاتا ہے۔

یہ ہے وہ تجزیہ جو قرآنِ حکیم نے فتنہ پرداز ذہنیت کا پوری وضاحت سے کیا ہے تاکہ اربابِ عقل و خرد اس تباہ کن ذہنیت کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور جہاں کہیں بھی اس کا کوئی پہلو ابھرتا دکھائی دے اس کا قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اس تجزیہ میں ہر قسم کی اعتقادی، عمرانی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی خرابیوں کو بے نقاب کر دیا گیا ہے جن سے کہ روئے زمین پر فساد ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اہل نظر کے لیے یہ تجزیہ بہت سبق آموز ہے اور وہ اس سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

وحدتِ آدم کا تصور امن عالم کا ضامن ہے

معاشرہ میں فتنہ و فساد پیدا کرنے والے اسباب بیان کرنے کے ساتھ ہی قرآن حکیم نے وحدتِ آدم اور احترام انسانیت کا تصور نہایت خوبی اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور اگر تمام انسان ان تصورات کو پیش نظر رکھ کر انسان اور انسانیت کا احترام کرنا سیکھ لیں تو یہ عمل فتنہ و فساد کے انسداد اور امنِ عالم کے تحفظ کی موثر ترین ضمانت ثابت ہوگا۔

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ تصور سامنے آتا ہے کہ ابن آدم کا مرکز ایک ہے اور وہ مرکز ہے: ذات باری تعالیٰ۔ ونفخت فیہ من روحی سے لیکر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون تک کی تمام منزلیں اس امر کا صاف پتہ دیتی ہیں کہ ابن آدم کا مرکز ذات باری تعالیٰ ہے۔

دوسرا تصور یہ ہے کہ ابن آدم کی اصل ایک ہے۔ ایک ماں، ایک باپ، نہیں بلکہ فرمانِ خداوندی خلقناکم من نفس واحدۃ تو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ محض آدمؑ کے وجود سے ہم سب کے وجود کی ابتدا ہوئی ہے، وہ نفس واحد ہی ہماری اصل ہے اور اسی اصل سے ہر شاخ

پھوٹی ہے اور پھوٹتی رہے گی۔

تیسرا تصور یہ ہے کہ ابنِ آدم کا وطن ایک ہے اور وہ وطن ہے "جنت الماوٰی" یہ جہان اور اس کے بعد آنے والے کئی جہان عارضی گذرگاہیں ہیں۔ اگر قرار کہیں ملے گا تو وہ ہو گا "عند رب الاعلیٰ"۔

چوتھا تصور یہ ہے کہ ابن آدم کا مقصدِ حیات ایک ہے اور وہ مقصد ہے نیابتِ الٰہی "اِنّی جاعل فی الارض خلیفہ" سے چلیے اور "وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون" تک پہنچیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ لیعبدون کی تفسیر کیا ہے۔ یہ مشیت ایزدتعالیٰ کو عملی صورت میں پیش کرنا اور اس طرح سے اطاعت گزاری کا ناقابلِ تردید ثبوت دینا ہے۔ جس کے لیے انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ دراصل انسان اس نظامِ حیات کی تشکیل و ترویج کا ایک موثر ترین آلہ ہے جسے قدرتِ کاملہ اس کائنات میں جاری و ساری کرنا چاہتی ہے۔

پانچواں تصوّر یہ ہے کہ ابنِ آدم کا دشمن ایک ہے: شیطان! تمرد و سرکشی کا یہ مظہر روزِ آفرینش سے انسان کا دشمن ہے اور انسان تگاپوئے حیات میں جب بھی پیٹا ہے تو اسی ایک دشمن کے ہاتھوں۔ اس کے سوا اور کوئی طاقت ابن آدم کو نیچا نہیں دکھا سکتی اور نہ گمراہ کر سکی ہے لہٰذا اگر ابن آدم کو کامیابی سے اپنا مشن پورا کرنا ہے تو وہ اسی ایک دشمن سے خبردار رہے۔

چھٹا تصور خود ابن آدم کا بزمِ حیات میں ورود و روانگی ہے۔ یعنی اس کی پیدائش اور موت ابن آدم کے لیے ان دونوں کی صورت ہمیشہ ایک رہی ہے۔ شاہ و گدا، سپید و سیاہ، عاقل و جاہل سب ایک ہی طرح سے واردِ حیات ہوتے ہیں اور ایک ہی طرح سے موت کی آغوش میں پہنچتے ہیں۔ کل من علیہا فان۔

ساتواں تصوّر یہ ہے کہ ابن آدم کا معیارِ فضیلت ایک ہے اور وہ ہے تقویٰ۔ اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ

متقی ہو)۔ گویا شرف وفضیلت کے تمام معیار دولت، حسن، قوت، علم مردود ہیں جب تک کہ ابن آدم کا کردار تقویٰ کے زیور سے آراستہ نہ ہو۔ یہ سب خارجی عوامل ہیں جو اس کی شخصیت کی تزئین تو کر سکتے ہیں۔ لیکن تقویٰ کی مانند اس کی تعمیر نہیں کر سکتے۔

اب جب کہ قرآنی تعلیم کی رُو سے آدم کا مرکز ایک ہے، اصل ایک ہے، وطن ایک ہے، مقصدِ حیات ایک ہے، پیدائش وموت کی صورت ایک ہے، معیارِ فضیلت ایک ہے تو پھر کونسی وجہ ہے کہ ابن آدم اتحاد و یگانگت کے تمام رشتوں کو توڑ کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو اور اپنی امن سوز حرکات سے کرۂ ارض کو جہنم زارِ فتنہ و فسا د بنا دے۔

پیغمبرِ انسانیت

مصنفہ مولانا محمد جعفر ندوی

سیرتِ رسولؐ پر یہ کتاب ایک بالکل نئے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مراحل پر آں حضورؐ نے انسانیت اور اعلیٰ قدروں کی کس قدر محافظت فرمائی ہے

قیمت

ملنے کا پتہ:۔

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

خاتون پاکستان

سے

رسولؐ نمبر کا دوسرا حصّہ

جو مقالات، مضامین، اور نعتیں صفحات کی قلت اور وقت کی تنگی کے باعث رسولؐ نمبر کی اوّلیں اشاعت میں شامل نہ ہو سکے تھے وہ تمام شہ پارے دوسرے حصّہ میں شریک ہوں گے اور کچھ نئی تحریریں بھی شامل ہوں گی۔

رسولؐ نمبر کا دوسرا حصّہ بھی اپنی افادیت، جامعیت اور معیار کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہوگا، جن عاشقانِ رسولؐ نے پہلا حصہ خرید فرمایا ہے وہ دوسرے حصہ کی کاپی اپنے قریبی ایجنٹ کے ذریعہ یا براہِ راست دفتر سے حاصل کرلیں۔ کیونکہ پہلا حصہ بغیر اس دوسرے حصّہ کے نامکمل رہے گا۔

صفحات ———— دوسو

ہدیہ ———— دو روپے

مینجر، خاتونِ پاکستان، ۵۔ گارڈن، کراچی ۳